12۔روم۔زندہ شہر، مردہ شہر

جمیل الدین عالیؔ

الفاظ	معنی	الفاظ	معنی
اطالوی	اٹلی کا	لیپا پوتی	مل دینا، برش سے لگانا
قیلولہ	سستانا، دوپہر کا آرام	مزا کافور ہونا	مزا ختم ہو جانا
معنون	عنوان دیا گیا	قیصر	روم کے بادشاہوں کا لقب
بقعۂ نور	منور مقام	رومتہ الکبریٰ	عظیم روم
تزئین	سجاوٹ، آرائش	کھنڈر	ویران عمارت، ویرانہ
امرائے عظام	عظیم بادشاہ	باندیاں	کنیزیں، لونڈیاں

مشق

سوال نمبر ۱۔ سوالات کے جوابات لکھیں۔

(الف) مصنف نے کن کن اطالوی کھانوں کا ذکر کیا ہے؟

جواب: اطالوی کھانوں میں سے ایک کا نام پیتسا (پی ت سا) جسے انگریزی میں (Pizza) بولا جاتا ہے۔ اور دوسرا ایسپاگیتی ہے (ای س پا گے تی) جسے یہاں کے انگریزی دان اسپا گیٹی (Spaghetti) کہتے ہیں۔

(ب) پیزا کیسے تیار کیا جاتا ہے؟

جواب: پیزا میدہ گوندھ کر یہ چوڑی نان بنالی، پھر انڈہ ملا، ٹماٹر لیپا۔پیاز پوتی، ادرک، کالی مرچ، نمک، پسا ہوا گوشت چھڑکا کر تندور میں رکھ دیا۔

(ج) اطالوی، کھانے کے بعد قیلولہ کیوں کرتے ہیں؟

جواب: اطالوی لنچ کھانے کے بعد قیلولہ ضرور کرتے ہیں۔ یورپ کے انتہائی شمال میں ہونے کی وجہ سے یہ ملک یورپیوں کے بقول: "گرم ہے"۔ میدے کا کھانا کھا کر یوں بھی نیند آتی ہے۔

(د) مائیکل انجلو کون تھا؟

جواب: مائیکل انجلو اطالوی، مصور، شاعر، اور جسمہ ساز تھا۔ "پوپ جولیس دوم": موسیٰ" اور "غلام" اس کے اہم مجسمے ہیں۔ فلورینس میں ایک گرجے کا ڈیزائن بھی دیا۔ وہ اٹلی کی ۔۔۔۔۔۔۔۔ مصور گر دانا جاتا ہے۔

(ہ) اس سفرنامے میں جن اطالوی شہروں کا ذکر ہے اُن کے نام لکھیں۔

جواب: کیپیتول۔ روم، وینس، سسلی (صعلیہ)۔ میلان۔ نیپلز۔ پومپی ای (پومپی آئی)۔ اطالوی شہر ہیں۔

(و) پومپی آئی کے بارے میں آپ کیا جانتے ہیں؟

جواب: پومپی آئی ایک عظیم اور خوشحال شہر تھا، جو اجڑ چکا ہے، بکھر چکا ہے، ختم ہو چکا ہے، اور شاید ابھی زندہ ہے، کئی سو برس ہوئے جب ایک قہر خداوندی نازل ہوا، ایک زلزلہ آیا اور پورا شہر زیرِ زمین چلا گیا۔ پومپی آئی، جسے دیکھنے یورپ ہی نہیں ایشیاٹک زائرین جوق در جوق آتے ہیں، لمحے بھر میں ختم ہو گئے۔ اس کے مکان کھنڈر بن گئے اور مکین کھنڈروں میں دفن ہو گئے۔

سوال نمبر ۲۔ متن کی مدد سے خالی جگہیں پر کریں۔

(الف) اطالوی پراٹھے کا <u>نام پیتسا (پی تے سا)</u> ہے۔

(ب) اطالوی پارلیمنٹ کو انگریزی میں <u>کیپینوس</u> کہتے ہیں

(ج) سامنے تے وے رے ہے جو ماضی کا <u>بائیسکوپ</u> دکھاتی ہے۔

(د) زبان یادِ من <u>ترکی</u>

(ہ) میلان ایک <u>صنعتی</u> شہر ہے۔

(و) سسلی کا عربی نام <u>صیقلیہ</u> ہے۔

(ز) <u>وینس</u> پانی پر بنا ہوا ایک قدیم شہر ہے۔

(ح) نزلہ <u>ہمیشہ کسی نہ کسی</u> پر گرتا ہے۔

سوال نمبر ۳۔ اس سبق کا خلاصہ اپنے الفاظ میں لکھیں۔

جواب: جمیل الدین عالیؔ اپنے سفرنامے میں اٹلی کے مختلف شہروں کا حال رقم کرتے ہوئے لکھتے ہیں روم زندہ شہر بھی ہے اور مردہ شہر بھی۔ مصنف روم پہنچا اور ہوٹل والے کو ایک پراٹا لانے کو کہا تو ہوٹل کے مالک نے کہا کہ اٹلی کا تو کلچر ہی پراٹھا کلچر ہے۔ وہاں کے لوگ اسے پی زا کہتے ہیں۔ یہ خوب مرچ مصالحے لگا کر تندور میں پکایا اور گرم گرم کھایا جاتا ہے۔ ٹھنڈا ہوا تو بدمزہ ہو گیا۔ یہ اٹلی کی سب سے سستی اور قوت بخش غذا ہے۔ ایک پراٹھا مشکل سے کھایا جاتا ہے۔ آدھا اور چوتھائی بھی مل جاتا ہے۔ اطالوی

کھانوں میں سے ایک کا نام پیتسا (پی تے سا) جسے انگریزی میں (Pizza) بولا جاتا ہے۔ اور دوسرا ایسپاگیتی ہے (ای س پا گے تی) جسے یہاں کے انگریزی دان اسپاگیٹی (Spaghetti) کہتے

ہیں۔پیزا میدہ گوندھ کر یہ چوڑی نان بنالی، پھر انڈہ ملا، ٹماٹر لیپا پیاز پوتی، ادرک، کالی مرچ، نمک، پسا ہوا گوشت چھڑکا کر تندور میں رکھ دیا۔ اطالوی لنچ کھانے کے بعد قیلولہ ضرور کرتے ہیں۔

یورپ کے انتہائی شمال میں ہونے کی وجہ سے یہ ملک یورپیوں کے بقل: "گرم ہے"۔ میدے کا کھانا کھا کر یوں بھی نیند آتی ہے۔

کھانے کی ایک دوسری چیز اسپاگیتہ ہے جو موٹی موٹی لمبی سویاں ہوتی ہیں اور چمچے، کانٹے اور چھری سے کھائی جاتی ہیں۔ مائیکل انکلو اطالوی، مصور، شاعر اور مجسمہ ساز تھا۔ "پوپ جولیس دوم"

"موسیٰ" اور "غلام" اس کے اہم مجسمے ہیں۔ فلورنس میں ایک گرجے کا ڈیزائن بھی بنایا۔ وہ اٹلی کی نشاۃ ثانیہ کا بہترین مصور گردانا جاتا ہے۔ کیپٹول۔ روم۔ وینس۔ سسلی (صعلیہ)۔

میلان۔نیپلز۔پومپی ای (پومپی آئی)۔ اطالوی شہر ہیں۔پومپی آئی ایک عظیم اور خوشحال شہر تھا۔ جو اجڑ چکا ہے، بکھر چکا ہے، ختم ہو چکا ہے اور شاید ابھی زندہ ہے، کئی سو برس ہوئے جب ایک

قہر خداوندی نازل ہوا، ایک زلزلہ آیا اور پورا شہر زیرِ زمین چلا گیا۔ پومپی آئی، جسے دیکھنے یورپ ہی نہیں ایشیاٹک زائرین جوق در جوق آتے ہیں، لمحے بھر میں ختم ہو گئے۔ اس کے مکان کھنڈر

بن گئے اور مکین کھنڈروں میں دفن ہو گئے۔ اللہ کی گرفت بہت سخت ہے اس شہر میں بھی کسی زمانے میں سیاست ہوتی تھی۔ شہزادے وزرا امرا ایک دوسرے کے خلاف سازشیں کرتے تھے۔

لیکن آج وہ نیست و نابود ہو چکے ہیں۔ اس طرح کے مقامات سے ہم سب کو عبرت حاصل کرنی چاہیے۔

سوال نمبر ۴۔ اپنے کسی سفر کی اُوداد شگفتہ پیرائے میں بیان کریں۔

جواب:

<u>سفر کی رُوداد</u>

انسان جب زندگی کے سفر میں مختلف قسم کی مصروفیات میں اُلجھ کر تھک جاتا ہے تو پھر اس کے دل میں کسی ایسے سفر اور تفریحی مقامات کی سیر کرنے کی آرزو مچلنے لگتی ہے جہاں وہ کچھ دنوں کے لیے سکون کی سانس لے سکے۔، ہمارے ساتھ بھی یہی کچھ ہوا، کہ روز روز کی مصروفیات سے تنگ آئے تو

کسی تفریحی مقام پر جا کر سکون کا سانس لینے کا سوچا، ابھی پروگرام بنانے کا سوچ ہی رہے تھے کہ اتنے میں ہمارے مہربان دوست غلام حسین کا فون آیا، کہنے لگے، کیا خیال ہے، وادی کاغان، اور دیگر شمالی علاقہجات کی سیر نہ کی جائے؟ اندھا کیا چاہے، دو آنکھیں۔ ہم نے فوراً ہاں کر دی اور اگلے دن ایبٹ آباد، کاغان، ناران، گلگت، اور ہنزہ کا پروگرام بنایا۔

اگلے دن ہم پشاور سے براستہ ایبٹ آباد ناران کے لیے روانہ ہوئے، راستے میں دوستوں کے درمیان نوک جھونک، مزاحیہ گفتگو کرتے رہے۔ وادی کاغان کے قدرتی حسن نے ہمیں کچھ ایسا مسحور کر دیا کہ آٹھ نو گھنٹے کا سفر پلک جھپکتے ہی گزر گیا اور ہم ناران پہنچ گئے۔ وہاں ایسے محسوس ہوا جیسے سارا پاکستان اُمنڈ آیا ہو، کافی رش تھا، ہم نے ناران کے ایک پر سکون ہوٹل میں پڑاو ڈالا، کھانا کھایا تو روستے کی تھکاوٹ نے سر اٹھایا اور ہمیں جلد سونے پر اُکسایا، اگلے دن صبح نو بجے ہم گلگت روانہ ہو گئے۔ دریائے کنہار کے کنارے بل کھاتی ہوئی سڑک پر 70 کلومیٹر کے سفر کے بعد ہم بابو سر ٹاپ پہنچے جہاں برف پوش پہاڑی چوٹیوں نے ہمارا استقبال کیا۔

اس وقت ہلکی ہلکی بارش ہو رہی تھی، یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے ہم جنت ارضی کے کسی اونچے مقام پر کھڑے قدرتی حسن کا نظارہ کر رہے ہیں۔ وہاں تھوڑی دیر سستانے کے بعد پھر عازم سفر

ہوئے، اب ہمارے سامنے 43 کلومیٹر کی اترائی اور خطرناک موڑ تھے۔ سر بفلک پہاڑوں کے درمیان ریزی کے ساتھ رواں دواں دریا کے کنارے چھ گھنٹے کے سفر کے بعد ہم گلگت پہنچ گئے۔

سفر کرتے ہوئے ہم پاک فوج کے ان جوانوں کو خراج تحسین بھی پیش کر رہے تھے جنھوں نے پہاڑوں کو کاٹ کر یہ سڑک تعمیر کی ہے۔ گلگت پہنچے تو ہوٹل میں قیام کیا، ہوٹل کا ماحول نہایت پر

سکون اور آرام دہ تھا۔

اگلے دن ہم ہنزہ کی طرف روانہ ہوئے، ہنزہ وادی برف پوش پہاڑوں کے درمیان سادہ دل لوگوں کا مسکن ہے جس کا قدرتی حسن اپنی مثال آپ ہے۔ راستے میں برف سے ڈھکی لدی بہت

اونچی پہاڑی چوٹی "راکاپوشی" ہماری توجہ اپنی طرف کھینچتی رہی۔ ہنزہ پہنچنے پر ہم نے ایک بہت اونچے مقام پر بنے ایک ہوٹل میں قیام کیا جہاں سے دل موہ لینے والی وادی ہنزہ کی خوبصورتی اور

پہاڑوں پر چمکتے ہوئے برف پوش چوٹیوں کا نظارہ بخوبی کیا جا سکتا ہے۔

اگلے دن واپسی پر ہم نے ایک رات پھر ناران میں قیام کیا، جھیل سیف الملوک دیکھنے گئے جو کسی زمانے میں خوبصورت پریوں کی آماجگاہ تھی اور آجکل روزانہ سینکڑوں کی تعداد میں لوگ اسے

دیکھنے جاتے ہیں۔ یہ سفر نہ صرف یہ کہ باعثِ تفریح تھا بلکہ بہت معلوماتی اور انسان کی بلند ہمتی کا نشان بھی تھا۔

<u>سفرنامہ:</u>

سفرنامہ نگاری دنیا کے تقریباً ہر ادب کی ایک مستقل صنف رہی ہے۔ جب کوئی ادیب سفر کے لیے گھر سے باہر نکلتا ہے۔ خواہ وہ سفر اندرونِ ملک ہو یا بیرونِ ملک اور وہ اپنے سفت کے تمام احوال قلمبند کر تو ایسی تحریر کو "سفرنامہ" کہتے ہیں۔

سفرنامے میں وہ کسی خطے یا کسی ملک کی تاریخ بھی چامل کرتا ہے اور اُس کا جغرافیہ بھی، وہاں کی تہذیب ق تمدن بھی اور اُس جگہ کے معاشی و معاشرتی حالات کی جھلکیاں بھی۔ ان تمام باتوں کو دلچسپ اور پُر لطف بنانے کے لیے سفرنامہ نگار اُس کی کہانی کا عنصر شامل کر دیتا ہے۔ یعنی سفرنامہ نگار انجانی دنیا کی سیر کے دوران تحیر (تعجب، حیرت) اور تجسس (Suspense) کے جن مراحل سے گزرنا ہے، اُنھیں افسانوی رنگ دے کر اپنے سفرنامے کو قاری کے لیے دلچسپ اور معلومات افزا بنا دیتا ہے۔ اس لیے ہم کہہ سکتے ہیں کہ سفرنامہ کسی ملک کی جغرافیائی، سماجی، معاشی اور معاشرتی حالات کی ایک دلچسپ اور مستند تاریخ ہوتی ہے۔ اُردو زبان کا پہلا سفرنامہ نگار یوسف حلیم خان کمبل پوش ہے۔